مکتوب مدینہ طیبہ
وقائع نگار خصوصی مقیم مدینہ

مدینۃ الرسولؐ کے طلبہ سے

مولانا ابوالحسن علی ندوی
کا
خطاب

- عظمت مدینہ طیبہ
- برصغیر کے علمی احسانات
- علماء اور نئے تقاضے

یہ خطاب حال ہی میں مدینہ طیبہ کی ایک خصوصی مجلس میں اسلام کے فرزند جلیل مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے پاک و ہند کے طلبہ مقیم مدینہ طیبہ سے فرمایا اس مجلس میں مولانا محمد منظور نعمانی اور دیگر اہل علم بھی موجود تھے اسے الحق کے وقائع نگار خصوصی مقیم مدینہ طیبہ نے قارئین الحق کیلئے اسی مجلس میں قلمبند کیا۔ ادارہ

حمد و ثناء کے بعد۔ حضرت مولانا ابوالحسن ندوی مدظلہ نے حضرت مولانا عبدالغفار حسن استاد جامعہ اسلامیہ کے دولت کدہ پر طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہی مقدس جگہ ہے جہاں حاضری کی تمنائیں ہر دور میں دنیا کے لاکھوں اولیاء اللہ اور مشائخ نے کی ہیں۔ اور انہی تمناؤں کو لے کر دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ وہ یہاں سر کے بل اور آنکھوں کو فرش راہ کر کے حاضر ہونے کے متمنی تھے۔ مگر ان دلوں کی یہ آرزوئیں پوری نہ ہوئیں۔ گو آخرت میں ان کو ان نیک جذبات کے اجر ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ عظیم نعمت ہے کہ آپ کو یہاں تک رسائی بخشی۔ یہ اگرچہ انتہائی مسرت کی بات ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوری سہولت سے پہنچایا اب آپ اپنی آنکھوں سے یہاں کے نورانی مناظر کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ لوگ جو خواب میں مدینہ منورہ کو دیکھتے ہیں وہ صبح اٹھ کر کتنی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ یہ ادب و احترام کا مقام ہے۔ یہاں بہت احتیاط کے ساتھ قدم رکھنے ہوں گے۔ نفس گم کردہ می آید جنید و شبلی ایں جارا۔

یہاں تو آنے کے لئے لوگ برسوں سے تیاری کرتے تھے۔ پہلے ہی سے یہاں کے آداب و ضوابط سے آگاہی حاصل کرتے تھے۔ یہاں اب آپ کو ادب حسن عمل حسن اعتقاد سے رہنا ہوگا۔ ہم میں یہ احساس ہر وقت بیدار رہنا چاہئے کہ ہم کہاں ہیں۔ آپ تو جانتے ہیں کہ یہاں کا ذرہ ذرہ اسلام کی صداقت پر شاہد ہے۔ ہمیں یہاں ہر وقت تائب و خائف رہ کر نعمت خداوندی کا احساس رہنا چاہیئے۔ یہاں کی عظمت کا پورا احساس ہو۔ مسجد نبوی میں پورے ادب کے ساتھ رہیں۔ جاتے وقت اور آتے وقت اطاعت و حسن عمل کا احساس ہو۔ سیئات و معاصی سے اجتناب کا جذبہ ہو۔ لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔

اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں اور زیادہ کہنے کا میرا مقام بھی نہیں۔ آپ مدارس عربیہ سے آئے ہیں۔ یہاں اگر آپ کو کوئی شئ لینے کی ضرورت ہے میرا اشارہ جامعہ اسلامیہ کی طرف ہے۔ آپ کو یہاں عربی زبان سیکھنے کی ضرورت ہے۔ اس میں شک نہیں اور بغیر کسی حق تلفی کے یہ درست ہے کہ یہاں سے تمام علوم دنیا میں پہنچے ہیں۔ یہ علوم شرعیہ کا مرکز ہے۔ لیکن اب جہاں تک علم قرآن و حدیث کا تعلق ہے۔ برصغیر ہندوستان و پاکستان کو فوقیت حاصل ہے۔ آٹھویں صدی میں جب فکری زوال و اضمحلال طاری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے (نامعلوم) حکمتوں کے پیش نظر اور بعض تاریخی سیاسی اسباب کی بنا پر (جو معلوم ہیں) ہندوستان کو علوم نبویہ کا مرکز بنایا۔ تاتاریوں کے پے در پے حملوں نے جب اسلامی ملکوں کو تاراج کیا۔ خاصکر ایران و ترکستان کو زیر و زبر کیا تو علم و فضل کے اصحاب کو ہندوستان میں پناہ ملی۔ رے۔ ہمدان، نیشاپور، اصفہانی جیسے عظیم علمی مراکز علمی روشنی سے محروم اور بے چراغ ہوئے۔ انسانی جسموں کے تودوں پر کھوپڑیوں کے مینار بنے۔ کسی بھی مسجد میں چراغ جلانے نہ دیا۔ تو وہاں کے مشائخ و علماء نے ہند کا رخ کیا۔ جہاں ایک بہت بڑی طاقتور حکومت (ترکی نسل) کی سلطنت تھی جو ان حملہ آور تاتاریوں کے حملوں کی مدافعت جواب ترکی بہ ترکی کر سکتے تھے۔ بیس سے زیادہ حملے کئے مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ ایک مصر پر اور ایک ہند پر تاتاریوں کو کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ دونوں جگہ ترکیوں کی حکومت تھی۔ تو ان حالات کی بنا پر ہند علماء و مشائخ کی پناہ گاہ بن گیا۔ اور سب کا رخ ہندوستان کی طرف ہوا۔ ابن خلدون نے لکھا ہے۔ کہ اس تاراج شدہ سرزمین پر صدیوں تک عبقری شخصیت کا پیدا ہونا مشکل ہو گیا تھا۔ لیکن ہند ان دنوں میں ایسے اشخاص کا مرکز بن گیا تھا۔ پھر آخر میں جب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا دور آیا۔ اور شاہ ولی اللہؒ نے یہاں کے محمد طاہر کردی سے حدیث سے کر واپس پہنچے تو ہند میں علم حدیث کا چراغ روشن کر دیا جس سے شاہ صاحب کے خاندان میں ایک نئی جان

پڑ گئی۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے شاگردوں میں حضرت میاں نذیر حسین صاحب دہلوی۔ نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی کے شیخ حسین عرب بھوپالی۔ حضرت مولانا محمد انصاری جو علامہ شوکانی کے بالواسطہ شاگرد تھے۔ ابھی تک ان اکابر کے آثار۔ دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم، ندوۃ العلماء اور دیگر ہندو پاک کے بیشمار مدارس کی شکل میں موجود ہیں۔ ہندوستان میں ایسی عظیم علمی شخصیتیں گذری ہیں۔ جو اپنی عبقریت کا لوہا اہل عرب سے منوا سکے۔ چونکہ عام طور پر ہندوستانی مصنفین کی زبان میں عجمیت غالب ہے۔ اس لئے وہ اہل عرب پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ علامہ سید مرتضیٰ حسن زبیدی بلگرامی اس جیسے محققین کی عربیت سے یہ لوگ متاثر ہو سکتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے بھی حجاز کے طویل قیام کے بعد حجۃ اللہ البالغہ کو تصنیف کیا۔ سفر حجاز سے قبل بھی کئی کتابیں لکھی ہیں۔ مگر ان کی عربی اور حجۃ اللہ البالغہ کی عربی میں نمایاں فرق ہے۔ بدور بازغہ، تفہیمات الخیر الکثیر کے مطالعہ سے فرق ظاہر ہوتا ہے۔ آپ ایک قوم کو تب متاثر کر سکتے ہیں کہ ان کی لغت میں پوری فصاحت و بلاغت کے ساتھ اپنے مافی الضمیر کا اظہار کر سکیں۔ تبلیغ کے موثر ہونے کے لئے زبان کی صلاحیت کا پہلو اہمیت رکھتا ہے۔ شاہ صاحب نے حجاز میں رہ کر حجۃ اللہ البالغہ کے لئے پوری تیاری کی اور شستہ مؤثر عبارت میں اس کتاب کو لکھا جس سے معلوم ہوا کہ کسی قوم کو دعوت دینے کے لئے۔

یہ بات ضروری ہے کہ اس قوم کی لغت پر کامل عبور حاصل ہو۔ اور لغت جو محاسن لفظیہ معنویہ سے آراستہ ہو۔ فرنگی محل کا خاندان جن کا علمی سکہ ماوراء النہر تک مسلّم ہے۔ اور ان کی کتابیں درس نظامی کا جزو لاینفک ہیں۔ لیکن عربی کمزور ہونے کی وجہ سے عالم عربی کو متاثر کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ عربوں کا ذوق ابتداء ہی سے لطیف ہے۔ اور لسانی خوبیوں کا انتہائی حساس ہے۔

آپ عمدہ سے عمدہ مضمون اگر کمزور زبان میں پیش کریں گے۔ تو وہ کبھی لوگوں کے دلوں پر اثر انداز نہیں ہوگا۔ علماء ہند جو علم و فضل کے اعتبار سے نادرۂ روزگار تھے۔ اور ان کی کتب معارف و اسرار سے بھری پڑی ہیں۔ لیکن زبان کی کمزوری کی وجہ سے ان کی عبقریت سے اہل عرب کو متعارف نہ کر سکے آپ اگر اپنی بات کو مؤثر، دل نشین انداز میں پیش کریں۔ تو وہ دل کی گہرائیوں میں اترے گی۔ ایک دفعہ میں نے ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب سے پوچھا کہ یورپ میں اسلام کی اشاعت مناسب طور پر کیوں نہیں ہوتی۔ اس نے کہا کہ جو لوگ اسلام کی تبلیغ کرنے کے لئے وہاں جاتے ہیں۔ وہ اہل یورپ کو فصیح و بلیغ زبان میں اسلام کے محاسن سے روشناس نہیں کر سکتے۔ قرآن مجید کے کئی ترجمے انگریزی میں کئے گئے ہیں۔ مگر زبان شستہ

نہ ہونے کی وجہ سے کوئی خاص اثر نہ ہوا۔ جب ڈاکٹر عبدالسلام اور مارماڈیوک پکھتال نے قرآن مجید کا ترجمہ شستہ زبان میں کر دیا تو اس سے امریکہ۔ کینیڈا۔ برطانیہ میں کافی اثر ہوا۔ محمد آصف قدوائی صاحب جن کی انگریزی دانی کے انگریز بھی قائل ہیں۔ انہوں نے جاکر جو تبلیغ کی ہے۔ وہ بحمداللہ نتیجہ خیز ہے۔ آپ اپنے اکابر و مشائخ کے علوم سے اگر ان لوگوں کو متاثر کر سکتے ہیں۔ تو اس کے لئے زبان کا ملکہ چاہئے۔ آپ حضرات نے جو مبارک قدم اٹھایا ہے۔ وہ انتہائی مستحسن ہے۔ ہم نے محسوس کیا ہے۔ کہ جو حضرات یہ توقع لیکر آتے ہیں۔ اور یہاں آکر آپس میں اردو پنجابی میں بات کرتے ہیں۔ وہ یہاں سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ آپ حضرات نے جس اعتماد محبت و خلوص کا اظہار کیا ہے۔

میں نے اس وقت کئی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ لیکن حضرت شاہ ولی اللہؒ کی کتابوں نے مجھے جتنا متاثر کیا ہے کسی اور کتاب نے مجھے اتنا متاثر نہیں کیا۔ ابتدائی مطالعہ سے جو اثر تھا۔ وہ ان کتب کے مطالعہ سے بڑھ رہا ہے۔ گھٹتا نہیں۔

سید قطب طٰہٰ حسین اور دیگر لکھنے والوں کی کتابوں کا تو حضرت شاہ صاحب کی کتابوں سے کوئی نسبت نہیں۔ اسی طرح حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت مخدوم شاہؒ کے مکاتیب جب سے پڑھے ہیں۔ اور جتنا ان سے متاثر رہا ہوں۔ کسی بھی ادبی کتاب یا دیوان سے متاثر نہیں ہوا۔ ان کتابوں میں سحر جیسا اثر دیکھا ہے۔

عام مفکرین کی رائے کے مطابق انسانی تحریر مضامین کے ورود سے عبارت ہے۔ لیکن جو عمق اور گہرائی اور اسلام کی روح سے پوری واقفیت کے جواہر شاہ ولی اللہؒ اور اس کی اولاد کی کتابوں میں موجود ہیں۔ وہ دوسری کتابوں میں نہیں دیکھی۔ صراط مستقیم ،عبقات ،بیں علوم ہیں۔ ازالۃ الخفاء میں جو علمی تحقیق و گہرائی ہے۔ وہ ہمارے فہم دانش کی سطح سے بہت بلند ہیں۔ طٰہٰ حسین کا اسلوب اور سید قطب کا زور خطاب اور قوت بیان اپنی جگہ پر ہے مگر علوم اور حکمت کی بات اور ہے۔

میں نے ندوہ میں کئی مرتبہ طلبہ کو یہ ہدایت کی کہ ایک جگہ کے طلبہ ایک کمرہ میں نہ رہیں۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ جب طلبہ مختلف علاقوں کے ہوں۔ ایک پنجابی، دوسرا بہاری اور تیسرا یوپی کا ہو تو مزاج مختلف ہوں گے۔ مختلف تہذیب و تمدن سے علمی وسعت نصیب ہوگی۔ یہاں عرب طلبہ کے ساتھ رہنے سے عربی زبان کے سیکھنے میں مدد ملے گی۔ آپ جتنے بھی عربی زبان کو سنیں گے۔ اتنی ہی قوت گویائی میں اضافہ ہوگا۔ زبان کا کان سے زیادہ تعلق ہے۔ زبان اور کان میں جوڑ ہے۔ آپ جب عرب طلبہ اور اساتذہ سے لہجہ سنیں گے۔ تو آپ کے لہجہ پر اثر پڑے گا۔ الفاظ و کلمات ذہن نشین ہونگے۔

ہماری ثقافت اور انکی ثقافت میں بہت بڑا فرق ہے۔ ان کے ساتھ محفوظات ہیں۔ اور ہمارے ہاں مفہومات ہیں۔ یہاں کے متوسط درجہ کے ایک طالب العلم کو نحو میں الفیہ اور دیگر علوم کے متون یاد ہوں گے۔ ہزاروں کی تعداد میں اشعار و قصائد یاد ہوں گے۔ کسی بھی مجلس میں اگر آیت و حدیث یا شعر کی ضرورت پڑے تو محفوظات کا دفتر کھول دیتے ہیں۔ سندوں کی سندیں پڑھنے لگتے ہیں۔ متون کے ذخائر پیش کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا بہت سا علم سینہ میں اور زبان پر ہے۔ بہرحال یہ تو ایک الگ سطح کی بات ہے مجھے اس فرصت میں آپ سے جو بات کرنی ہے، وہ یہ ہے کہ آپ اپنی اس قسمت پر ناز کیجئے۔ اور اگر روزانہ دو رکعت نفل شکرانہ کے ادا کریں۔ تو زیادہ انسب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت بڑی نعمت سے نوازا ہے۔ میرے دادا صاحب جو بہت بڑے عالم و عارف تھے۔ اور اچھے شاعر و مصنف تھے۔ عمر بھر اسی تمنا میں تھے کہ حرمین کی دید سے مشرف ہو جائیں۔ مگر باوجود شدید اشتیاق کے نہ آسکے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں منجیات خیالی کی دیوان مرتب فرمائی جس میں اپنے اشتیاق کا اظہار فرمایا ہے۔ اور اسکو ذریعۂ نجات سمجھتے تھے۔ بعض طلبہ یہاں آکر بجائے ترقی کے تنزل کر جاتے ہیں۔ ایک طالب العلم کو دیکھا جس نے یہاں سے فارغ ہو کر داڑھی کی سنت دور کر دی جو کچھ وہاں کمایا تھا یہاں آکر ضائع کر دیا۔ بعض طلبہ یہاں پڑھنے کے بعد اساتذہ کا احترام ختم ہو جاتا ہے۔

بعض حجاج کرام وہاں داڑھیاں رکھتے تھے یہاں آکر دیکھا تو داڑھیاں منڈوائی ہوئی ہیں۔ کہتے ہیں وہاں ہم نے داڑھی منڈوں کو دیکھا، بجائے فائدہ کے نقصان میں مبتلا ہوئے ڈر لگتا ہے کہ بجائے نفع کے خسارہ ہو۔ شاید وہاں رہتے اور دل حرمین شریفین کے ساتھ وابستہ رہتے شوق رہتا کہ کب حرمین کی دید نصیب ہوگی۔ یہاں آکر اپنی آنکھوں سے گنبد خضرا دیکھا۔ آنسو نہ آئے۔ وہاں تصویر دیکھی رو دیئے تھے۔ اس لئے آپ ان لمحات کو غنیمت سمجھ کر ہر وقت دل میں خوف خدا اور اتباع سنت کا جذبہ ہو۔ بس میں سوار ہوں تو یہی احساس ہو کہ مدینہ منورہ کی مقدس زمین ہے۔ یہاں آئے تو صف اول میں شریک ہونے کی کوشش کریں۔ قرآن مجید کی تلاوت، ذکر و اذکار میں اوقات لگائیں۔ بعض طلبہ مسجد نبوی میں بھی انگریزی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مطالعہ جائز نہیں۔ مگر ذوق ایمانی کے خلاف ہے۔ بعض اکابر آئے تو مدینہ کی گلیوں میں کبھی جوتے پہن کر نہیں چلے۔

امام دار الہجرۃ مالکؒ سرزمین مدینہ میں کبھی سواری پر نہیں بیٹھے۔ تاکہ کہیں سواری کے قدم ایسی جگہ نہ پڑیں جہاں رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم پڑے تھے۔ یہ ایک حالی اور وجدانی چیز ہے۔ یہاں زیادہ دن رہنے سے زیادہ دن گذارنے سے بے تکلفی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس ترتیب اور

شوق میں کمی آجاتی ہے۔

بہرحال آپ خوش قسمت ہیں، اپنی قسمت پر آپ کو حق فخر حاصل ہے۔ آپ یہاں کی نعمتوں سے مستفید ہونے کے ساتھ ساتھ عربی زبان کو خوب سیکھیں، لغت مصری جاننے کی کوشش کریں۔ عامی زبان سیکھنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کل ایک عالم نے تقریر کی عامی زبان میں۔ تقریباً ۳۰ فیصد الفاظ کو میں نے نہیں سمجھا۔ (مولانا محمد منظور نعمانی نے فرمایا میں تو ۲۰ فیصد الفاظ بھی نہیں سمجھا۔

باقی آپ ان کو کہہ سکتے ہیں۔ لستم اولی بالتوحید منا۔

ہمارا تعلق شاہ ولی اللہؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ سے ہے۔ آپ ہماری کسی چیز میں اضافہ نہیں کر سکتے۔ عقیدۂ توحید میں بحمد اللہ ہم مضبوط ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں شرک کے علاج اتہم سے محفوظ رکھا ہے۔ سید مرتضیٰ بلگرامیؒ نے اپنی کتابوں کی بدولت سارے عرب کو جھٹکا دیا تھا۔ تاج العروس کے نسخوں کی نقل بڑے بڑے بادشاہوں نے سونے کی سیاہی سے کر دی تھی۔ مصر میں ان کا کاروبار بادشاہوں کے دربار سے بڑھ گیا تھا۔

آپ احمد امین کی کتابیں مطالعہ کریں۔ اس میں اسلوب بھی ہے۔ اور معانی بھی۔ طٰہٰ حسین کی کتابوں میں ادبیت زیادہ ہے۔ معانی کم ہیں۔ عباس محمود العقاد ادیب ہیں حسین ہیکل مقبول ترین ادیب ہیں۔ ان کی کتابوں کو دیکھا کریں۔ لیکن کسی کو پورے طور پر اپنا امام نہ بنائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو یہاں پورے ادب و احترام سے رہنے کی توفیق بخشے اور جس مقصد کے لئے آئے ہیں اس میں کامیابی عطا فرما دے۔ آمین۔

غربتِ اسلام اور عالمِ اسلام کے عہدِ زوال

میں

عظمتِ رفتہ کو واپس لانے کی ایک عاجزانہ آرزو کا مظہر، جامعہ تعلیماتِ اسلامیہ لائل پور ہے۔ اگر آپ اپنے نونہال کے لئے دینی تعلیم عہدِ حاضر کے تقاضوں کی تکمیل اور ذاتی سیرت و کردار کی پاکیزگی کو ناگزیر خیال فرماتے ہوں تو اس مرکزِ تعلیم و تربیت کے بارے میں معلومات حاصل فرمائیے حسبِ ارشاد لٹریچر ارسال خدمت ہوگا

عبد الرحیم اشرف

جامعہ تعلیماتِ اسلامیہ لائلپور

پوسٹ بکس ۲۷